



## سوال

(436) بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کے لیے مجبور کرنا

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمیں ایک سوال موصول ہوا تھا کہ اگر بیوی اپنی مرضی سے خاوند کے والدین کی خدمت نہ کرے تو کیا خاوند اپنی بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کے لئے مجبور کر سکتا ہے، ہم نے جواب میں لکھا تھا کہ بیوی اپنے خاوند کے والدین کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے، یہ خدمت سسرال کا حق ہے، دلیل کے طور پر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے نحت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حوالہ دیا تھا۔ اس کے متعلق ہمیں خط موصول ہوا ہے کہ میں آپ کے جواب سے بخوبی اتفاق کرتا ہوں لیکن آپ نے اپنے جواب میں اس کے متضاد پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر خاوند کے والدین اور اس کے بہن بھائی، خاوند کی بیوی کے ساتھ بھلا سلوک نہ کریں۔ تو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت نہیں فرمائی، آپ کا جواب تو یکطرفہ فیصلہ ہے، اس کے بعد ہمارے محترم نے اڑھائی صفحات پر مشتمل اپنی بیٹی پر اور لکھے جانے والے ظلم کی المناک اور دل سوز داستان رقم کی ہے۔

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

ہمارے سامنے جب کوئی سوال آتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب تحریر کیا جاتا ہے۔ استثنائی حالات سے ہم بے خبر ہوتے ہیں، اس لئے ”متضاد پہلو کو نظر انداز کر دینے“ کا الزام ہمیں نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ہمارے کسی جواب کو ”یکطرفہ فیصلہ“ قرار دیا جاسکتا ہے، ایسے مواقع پر خاوند کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، جیسا کہ ہم نے اپنے جواب کے آخر میں لکھا تھا۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ افہام و تفہیم کے ذریعے ایسے کاموں کو سرانجام دے اور محبت و اتفاق کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے خود بھی والدین کی خدمت کرے اور اپنی بیوی کو بھی یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے پابند بنائے۔ محترم کے بیان کردہ حالات کے پیش نظر ہمارے سامنے بیوی کے لئے دو راستے ہیں:

ایک عزیمت کا۔ دوسرا رخصت کا۔

بد سلوکی دیکھ کر حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے لیکن یہ بہت مشکل اور گراں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”نیکلی اور برائی کبھی ایک جیسی نہیں ہو سکتیں، آپ بدی کو ایسی بات سے دفع کیجئے جو صحیح ہو، آپ دیکھیں گے کہ جس شخص کی آپ سے عداوت تھی وہ آپ کا گہرا دوست بن گیا ہے اور یہ بات صرف انہیں نصیب ہوتی ہے جو بڑے صبر کیش ہوتے ہیں اور یہ اعزاز صرف ان کو ملتا ہے جو بڑے نصیب والے ہوتے ہیں۔“ [۲۱/محم السجدہ: ۳۳-۳۵]

اس عزیمت پر عمل پیرا ہونا بچوں کا کھیل نہیں بلکہ بڑے حوصلہ مند اور جگر گردہ رکھنے والوں کا کام ہے لیکن آخر کار یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، لہذا اگر عزیمت پر عمل کرتا ہے تو خاوند کے والدین اور اس کے بہن بھائیوں کی بد سلوکی برداشت کر کے خدمت گزاری کا فریضہ سرانجام دیتے رہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ



”صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو لہجھا برتاؤ کرنے والے سے خوش اسلوبی سے پیش آنے کیونکہ یہ ادلے کا بدلہ ہے۔ صلہ رحمی کرنے والا دراصل وہ ہے جو قطع لعلقی کرنے والوں کے ساتھ بھی نرم رویہ اور مفساری سے پیش آئے۔“ [صحیح بخاری، الادب: ۵۹۹۱]

دوسرا رستہ رخصت کا ہے، بشرطیکہ خاوند کا ساتھ دے، والدین سے علیحدگی اختیار کر لی جائے، شادی کے بعد والدین سے علیحدہ ہو جانا ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہے اور شریعت نے اسے بری نگاہ سے نہیں دیکھا ہے، بیوی خاوند اگر علیحدہ رہیں گے تو ہر روز کی گھٹن اور توتکار سے نجات مل جائے گی۔ اکھڑے رہتے ہوئے حالات مزید خراب ہو سکتے ہیں۔ آخر صبر و ہمت کی بھی انتہا ہوتی ہے۔

اگر عزیمت پر عمل کرنے کی ہمت نہ ہو اور علیحدگی اختیار کرنے میں خاوند ساتھ نہ دے تو زندگی اجیرن بنانے کے بجائے شریعت نے ایک دوسرا رستہ اپنانے کا ہمیں اختیار دیا ہے، وہ قطع لینے کا ہے۔ صحابیات، مشرات کی مثالیں موجود ہیں جب نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو انہوں نے کچھ دے دلا کر اپنے خاوند سے قطع حاصل کر لیا۔

آخر میں ہمارا مشورہ ہے کہ برادری کے طور پر خاوند کے والدین کو سمجھایا جائے اور انہیں کتاب و سنت کی روشنی میں بچی کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر آمادہ کیا جائے اور اگر بچی میں کوئی قصور ہے تو اسے بھی دور کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ زندگی کے یہ چند مستعار دن خوش اسلوبی سے گزر جائیں۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

## فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد: 2 صفحہ: 438